نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول کے بتلائے ہوئے طریقوں پر چلنے میں ہے۔ کسی کام کے اقتصادی اور معاشی مصالح کے پہلو تب تلاش کئے جا سکتے ہیں جہاں امت کے اجماعی فیصلوں اور نصوص قطعی پہ زد نہ پڑے اس لئے استبدال ذبائح بالثمن جیسے لایعنی مباحث کا دروازہ کھولنا ابتداع اور مداخلت فی الدین کے سوا کچھ بھی نہیں۔

مذکورہ ہر سہ قراردادوں میں اسلامی نقطۂ نظر اور جمہور اہل سنت کے عقائد کی صحیح ترجمانی کی گئی ہے۔ اس لئے ایسی قراردادیں عالم اسلام کے راسخ العقیدہ مسلمانوں کے اطمینان قلب، وزیادتِ ایمان کا باعث ہیں۔ دوسری طرف مغرب سے متاثر خام اذہان کو بھی تنبیہہ ہو جاتی ہے۔ کہ ایسے مسائل میں عالم اسلام کی اکثریت کسی بھی ملحدانہ خیالات کی روادار نہیں۔

لبنان کی صورتحال لبنان میں عارضی جنگ بندی ہو چکی ہے۔ مگر نہیں کہا جا سکتا کہ اونٹ آگے چل کر کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ لبنان ۹، ۱۰ ماہ سے آتش فشاں بنا ہوا ہے۔ بیس بیس مرتبہ صلح برتے ہوتے ٹوٹ گئی اور جب بھی مسلمانوں کا پلہ بھاری ہوا ایک نئی عارضی صلح وجود میں آئی۔ تیس لاکھ کی مختصر آبادی والے ملک میں بارہ تیرہ ہزار افراد لقمۂ اجل بن چکے ہیں۔ اور بیروت کے عشرتکدوں میں لنڈھائی جانے والی شراب کی مانند لبنان کی گلیاں انسانی خون سے رنگین ہیں۔ مسئلے کا حل کوئی عارضی صلح نہیں بلکہ مسلمانوں کو مستقل بنیادوں پر اس ظلم و استبداد کا حل تلاش کرنا ہوگا جسکی چکی میں تقریباً نصف صدی سے لبنان کے مسلمان پس رہے ہیں اور ایک گونہ لبنانی مسلمانوں کو اب تک اس غلطی کا خمیازہ بھگتنا پڑ رہا ہے۔ جو وہ خلافت عثمانیہ کے بارہ میں کر چکے تھے۔ موجودہ بحران وقتی نہیں، بلکہ عیسائی دنیا کے ایک طویل المیعاد منظم منصوبے کی کڑیوں کا ظہور ہے۔ ۱۹۱۹ء میں لبنان کے ایک کلیسا میں فرانسیسی زبان میں لکھی ہوئی ایک رازدارانہ تحریر ملی جو فرانس کی عیسائی حکومت کیطرف سے عیسائی زعماء اور کارکنوں کے نام مخفی طور پر تقسیم کی گئی تھی۔ یہ گویا دس نکاتی منشور تھا جس میں طاقت کے تمام ذرائع تفریحی اور سیاحتی انتظامات فوجی ملازمتوں پر قبضہ ریزرو بندرگاہوں کی تعمیر ادبی اور فکری محاذ پر کنٹرول سیاسی صورتحال پر گرفت کی تلقین کی گئی تھی۔ اور یہ یقین دہانی بھی کہ دنیا کی تمام عظیم طاقتیں آپ کے ساتھ ہوں گی۔ کہا گیا کہ لبنانی قومیت کا مسئلہ نہایت اہم ہے۔ اس میں بڑی ہوشمندی اور باریک بینی کی ضرورت ہے۔

اس منصوبہ کے تحت ۱۹۳۲ء میں سیاسی اغراض کی تکمیل کیلئے پہلی دفعہ مردم شماری کرائی گئی، مسلمانوں میں خوف و ہراس پھیلا کر انہیں مردم شماری سے فرار پر مجبور کیا گیا۔ نتیجۃً لبنان کی عیسائی اقلیت، اکثریت قرار پا گئی۔ اور مسلمان اکثریت کو کافر اقلیت کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا گیا۔ اور نظام حکومت دستور وغیرہ میں مسلمان ایک محکوم و بے بس قوم ہو کر رہ گئی۔ چالیس برس گذر گئے مگر لبنان کے عیسائی متسلطین مسلمانوں کی دوبارہ مردم شماری کرانے کا مطالبہ ماننے پر تیار نہ ہو سکے۔ مسلمان عیسائیوں کے رحم وکرم پر رہے اور اب جب پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا تو وہ طاؤس و رباب پھینک کر شمشیر و سنان اٹھانے پر مجبور ہوئے ادھر سامراجی اقوام تاک میں تھیں کہ کسی طرح اسرائیل کو لبنان میں فوج کشی

کا بہانہ مل سکے اور ایک اور اہم عرب علاقہ اسرائیل کے تسلط میں چلا جائے یا کسی عیسائی سٹیٹ کے قیام کی شکل میں یہ مقصد پورا کیا جائے۔ اس جنگ میں عیسائی عرب علانیہ اسرائیل کے آلہ کار بنے رہے اور اس طرح یہود و نصاریٰ کے کھل کر اسلام دشمنی کا ایک بار پھر متحدہ مظاہرہ کیا۔ اسرائیل امریکہ کے نئے ہتھیاروں سے مہیب فوجی طاقت بن چکا ہے۔ اور اس بار وہ عیسائیوں کی مدد سے عربوں سے سرزمینِ عرب ہی پر زور آزمائی کرنا چاہتا ہے۔ اور لبنان اُن کے لئے نہایت بہتر محاذ ہے۔ اس طرح یہ مسئلہ لبنان کے دو فریقوں کا نہیں بلکہ یہود و نصاریٰ کی ملی بھگت اور اسرائیل و امریکہ متحدہ اسلام دشمنی کا ہے۔ الکفر ملۃ واحدۃ۔ اس جنگ نے عرب قومیت کا بت لبنان کے چوراہوں میں پاش پاش کر دیا ہے۔ مسئلہ اسلام اور کفر کا نہ ہوتا تو لبنان کے دونوں فریق (مسلمان اور عیسائی) اس حد تک کیسے پہنچتے مسئلہ اسلام اور کفر کا ہے۔ ادھر امریکہ کی صیہونیت نوازی کا یہ عالم ہے کہ جب اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی نے بھاری اکثریت سے اسرائیل کو ایک نسل پرست گروہ قرار دیا۔ (اور یہ عالمی سطح پر قرآن کریم اور نبی کریمؐ کے ایسے واضح ارشادات پر مہر صداقت بھی تھا) تو اسرائیل سے بھی زیادہ اس فیصلہ پر امریکہ چیخا چلایا یہاں تک کہ قرارداد کے حق میں ووٹ دینے والے ممالک کو امداد بند کرنے کی دھمکیاں بھی دیں اور آج ہی دو تحریر امریکہ نے عدل و انصاف، حیا اور شرافت کے تمام تقاضوں کو پامال کرتے ہوئے سلامتی کونسل کی اس قرارداد کو ویٹو کر دیا جس میں آزاد فلسطین ریاست کے قیام کی سفارش کی گئی تھی۔ ان حالات میں لبنان کے مسئلہ پر عالمِ اسلام کی سرد مہری یا کسی مصالحاتی فارمولے پر تیار ہو جانا ملی خودکشی سے کم نہیں ہوگا۔ اب مصالحت نہیں بلکہ لبنان کے مسلمانوں کو ان کے اصل حقوق دلانے کا سوال ہے۔ شام کا کردار اس مسئلہ میں نہایت نامردی کا رہا ہے۔ لیبیا اور مراکش انہی سامراجیوں کو نبی کریم علیہ السلام کے سوانگ بھرنے (العیاذ باللہ) کی اجازت دیکر فلمیں بنوا رہے ہیں اور اسے اسلام کی خدمت سمجھتے ہیں۔ مصر طویل مراقبہ میں ہے۔ شاہ فیصل مرحوم جیسی مؤثر فعال اور مؤمن شخصیت تہ خاک ہے۔ اب معلوم نہیں ایسے معاملات میں ایک ارب مسلمانوں کا حجمِ غفیر اور ان کے سربراہوں کے طول طویل کانفرنسوں کے مؤثر نتائج کس دن سامنے آئیں گے؟

امروٹ شریف سندھ میں امروٹی خانقاہ کے چشم و چراغ حافظ منیر احمد شاہ صاحب کی شہادت پورے ملک کے سنی سوادِ اعظم کیلئے عبرت و نصیحت کا مقام ہے۔ مرحوم صحابہ کرامؓ کی سب و شتم گوارا نہیں کر سکتے تھے بلکہ رفض کے ایسے مظاہروں پر چیں بجبیں ہوئے جو اس سے پہلے امروٹ کی پاکیزہ سرزمین پر نہیں کئے گئے تھے۔ حکومت اہل سنت کے حقوق اور شانِ صحابہؓ کیلئے لڑنے والے مولانا قاضی مظہر حسین صاحب جیسے بزرگوں کی قید و حراست سے فارغ ہو جائے تو شاہ صاحب مرحوم کے قاتلوں پر توجہ دے یہ شہادت بھی بہر حال شہادت ہے اور اس کا حق اہل سنت والجماعۃ کو ماتم و نوحہ سے نہیں، دینی حمیت، بیداری اور صورتحال کا عمیق جائزہ لینے کی صورت میں ادا کرنا چاہئے ہم مرحوم کے والد بزرگوار اور تمام متعلقین کے ساتھ اس غم میں شریک ہیں۔

سمیع الحق

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔